نقوش

حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ

اپنی محدثانہ شان اور علمی زندگی کے آئینہ میں

مولانا محمد اکرم ندوی آکسفورڈ، یوکے

یہ مضمون مولانا محمد اکرم صاحب ندوی مقیم آکسفورڈ (یوکے) نے حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحب نوراللہ مرقدہ کی حیات مبارکہ میں ۳؍رجب ۱۴۳۱ء میں لکھا تھا، مضمون کی اہمیت وافادیت کی وجہ سے خصوصی اشاعت میں شامل کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

استاد محترم (ا) ومخدوم معظم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوری ثم سہارنپوری کی صحیح بخاری کی تقاریر پر اظہار خیال سعادت وعزت افزائی ہی نہیں بلکہ ایک بڑی ذمہ داری اور علمی جرأت ہے، اس وقت علم حدیث کے میدان میں عالم اسلام کے تمام حصوں میں بشمول بلاد عربیہ آپ کی نظیر نہیں، علم حدیث میں آپ کا انہاک اسلاف کے شغف علمی کی یاد تازہ کرتا ہے، علم آپ کا گوشت پوست ہے، علم آپ کی رگوں میں خون کی طرح جاری وساری ہے، علم ہی آپ کی غذا ہے اور علم ہی آپ کی تفریح اور وہی آپ کا اوڑھنا اور بچھونا۔

آپ کا تعلق جونپور کے ایک گاؤں گورینی سے ہے، مشرقی یوپی کی مشہور درسگاہ ''ریاض العلوم'' یہیں واقع ہے، جسے حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب نوراللہ مرقدہ نے تقریباً تیس سال پہلے قائم کیا تھا، اور جس سے ہر سال سینکڑوں طلبہ فیضیاب ہوتے ہیں، جونپور کا خطہ علم وفضل کے لئے ہمیشہ مشہور رہا ہے، شاہجہاں نے ایک بار فرمایا تھا جونپور شیراز ما است اور شاہجہاں ہی نے جونپور کو ''دار العلم'' کا خطاب دیا، بقول مولانا صفی لکھنوی: ؎

جونپور ارباب علم وفضل کے دار السرور
کہتے تھے شیراز ہندا کثر تجھے اہل شعور

جونپور کی علمی تاریخ پر بہت کچھ لکھا گیا ہے، علامہ سید سلیمان ندویؒ نے حیات شبلی کے مقدمہ میں بڑی تحقیق کے ساتھ جونپور کی علمی تاریخ پیش کی ہے، ان تفصیلات کی اس مختصر تحریر میں گنجائش نہیں، درج ذیل اشعار جونپور کے تابناک ماضی کے آئینہ دار ہیں: ؎

جنت عدن جونپور بود
کاندر آنجا مقام حور بود
مسکن علم وفضل ودانش ورائے
نبود آنجناں بملک خدائے
فخر ہر کس درو بعلم وہنر
بے ہنر اندرو نیا بدفر
گلشن جونپور خرم باد
واندرو ہر کہ ہست بیغم باد
دست او سر بسر گلستاں باد
جائے مستان می برستان باد

آپ کا اسم گرامی کان میں اس وقت پڑا جب سنہ ۱۳۹۲ ہجری میں ۹؍سال کی عمر میں مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں میں فارسی کی پہلی جماعت میں پڑھ رہا تھا، ہمارے خاص استاد مولانا عبدالعلی مانوی مدظلہ تھے جن سے ہم نے گلستاں، بوستاں اور یوسف زلیخا وغیرہ پڑھی، آپ اور مولانا عبدالعلی صاحب ہم سبق تھے اور یہیں مدرسہ ضیاء العلوم میں متوسطات تک کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مظاہر علوم سہارنپور سے تکمیل کی اور وہیں بحیثیت مدرس آپ کا تقرر ہوگیا، چند سالوں میں اس عظیم درسگاہ کی سب سی بڑی مسند علمی یعنی شیخ الحدیث کے عہدہ پر

فیضیاب ہوئے، قدرتی طور پر مدرسہ ضیاء العلوم میں اس کا چرچا تھا، مدرسہ کے لئے بڑے فخر وناز کی بات تھی کہ اس کا ایک طالب علم ترقی کرکے اس عظیم منصب تک پہنچ جائے، مدرسہ کی فضا میں آپ کا تذکرہ اپنے اساتذہ اور اونچی جماعتوں کے طلبہ سے سنتا، جس سے آپ کی عظمت کے نقوش ابتداء ہی سے دل میں پیوست ہوگئے۔

سنہ ۱۳۹۹ ہجری میں یہ عاجز بسلسلہ تعلیم دار العلوم ندوۃ العلماء سے منسلک ہوگیا، یہاں طالب علمی کے دوران کثرت سے آپ کا نام سنتا رہا، آپ کے مختلف شاگردوں سے ملاقاتیں ہوئیں، اور ان طلبہ کے ذریعہ آپ کی بخاری کی تقریرات دیکھنے کا بھی موقع ملا، شیخنا الجلیل حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ علیہ کی مجالس میں بھی آپ کا ذکر سنتا اور غالباً حضرت مولانا نے ایک بار فرمایا کہ آپ کے پاس کوئی علمی استفسار لکھ کر بھیجا جس کا تشفی بخش جواب آیا۔(۲)

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں آپ کی زیارت بھی نصیب ہوئی، آپ نے یہاں اپنے وطن سے واپسی پر یا وطن جاتے ہوئے ایک دو روز کے لئے قیام کیا تھا، ندوہ میں ہر طرف آپ کی آمد کا چرچا ہوگیا اور طلبہ آپ کی زیارت کے شوق میں مسجد اور مہمان خانہ کے آس پاس جمع ہوگئے، دوسرے طلبہ کے ساتھ مجھے بھی مصافحہ کرنے کا شرف حاصل ہوا، لباس کی سادگی اور زہد کا یہ انداز دیکھ کر طبیعت پر بڑا اثر ہوا:

علی ثیاب لو تباع جمیعها
بفلس لکان الفلس منهن اکثراً
وفیهن نفس لو یقاس ببعضها
نفوس الوری کانت أجل وأکبرا

آپ کے درس میں شرکت کا اس وقت اتفاق ہوا جب کہ چند سال پہلے ختم بخاری کے سلسلہ میں آپ دار العلوم لندن میں مدعو تھے، یہ عاجز آکسفورڈ سے چند دوستوں کے ساتھ حاضر ہوا، دار العلوم حاضرین سے بھرا ہوا تھا، آپ نے درس کی ابتداء "حدیث الرحمہ المسلسل بالاولیة" سے کی، بڑی خوشی ہوئی کہ آپ سے سب سے پہلے یہ حدیث سن کر اولیت حقیقت کا تسلسل حاصل ہوگیا، آپ نے اپنی مشہور سند "عن شیخ الحدیث الامام محمدزکریا الکاندهلوی، عن العلامة الفقیه المحدث خلیل احمد السهارنفوری، عن العلامة الشیخ عبدالقیوم البرهانوی، عن محمداسحاق الدهلوی، عن جده لامه عبدالعزیز الدهلوی، عن والده کوکب الدیار الهندیة الامام احمد بن عبدالرحیم المعروف بولی الله الدهلوی" بیان کی، اس کے بعد اس عصر کے عظیم مسند علامہ یاسین الفادانی کا تذکرہ کیا، اور ان سے اجازت نہ حاصل کرنے پر اپنے افسوس کا اظہار کیا، جب کہ آپ کے شاگردوں کو علامہ فادانی سے اجازت حاصل ہے، بعد میں آپ نے فادانی کے شاگرد سے مسلسل بالاولیۃ سنی اور اجازت لی، فادانی کی سند بیان کرنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ "السماع رزق"۔

عام طور سے برصغیر کے علماء ومشائخ علامہ فادانی اور عالم عرب کے دیگر مسندین سے ناواقف ہیں، استعجاب ہوا کہ آپ کو فادانی سے اچھی واقفیت ہے اور اس سے زیادہ آپ کی تواضع کے گہرے نقوش ذہن پر ثبت ہوگئے کہ آپ نے روایۃ الاکابر عن الاصاغر کی سنت کا احیاء کرتے ہوئے فادانی کے ایک شاگرد سے اجازت حاصل کی، اس واقعہ نے آپ کی عظمت کا یہ اہم وصف نمایاں کردیا اور آپ کو محدثین کے مشہور قول "لا ینبل الرجل حتی یاخذ عمن هو فوقه، وعمن هو مثله وعمن هو دونه" کا مصداق پایا، اگر فادانی زندہ ہوتے تو فادانی کے لئے فخر کی بات ہوتی کہ آپ ان سے اجازت لیں، جو لوگ فادانی سے واقف ہیں وہ گواہی دیں گے کہ علم وفضل میں اور خاص طور سے علم حدیث پر کاملانہ قدرت میں آپ فادانی اور فادانی کے شیوخ سے بدرجہا فائق تھے، آپ کی تواضع کی ایک دوسری مثال اس وقت سامنے آئی جب کہ چند سالوں پہلے آپ نے لیسٹر جاکر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاجپوری سورتی سے اجازت حاصل کی، آپ کے اس طرز عمل میں عبرت ہے، ان بہت سے علماء کے لئے جو نازل

اسانید پر قانع ہیں، اور اپنے سے اعلی اسانید کے حامل علماء ومشائخ سے استفادہ کرنے میں عار محسوس کرتے ہیں، حالانکہ حدیث سے اشتغال رکھنے والے متقدمین ومتاخرین کا اتفاق ہے: النزول شؤم

اس کے بعد آپ نے بخاری شریف کی آخری حدیث کے متعلق عالمانہ اور محققانہ درس دیا، تقریر کی سلاست وروانی اور فصاحت وبلاغت "كأن حديثها سكر الشراب" کا عکس تھی، اس درس کے خاتمہ پر آپ کے متعلق جو تأثرات ذہن میں قائم ہوئے وہ ذیل میں پیش ہیں:

(۱) آپ فن حدیث کے ماہر اور متبحر عالم تھے، عالمانہ شان آپ پر غالب تھی، اور یہی اسلاف کی عظیم خصوصیت تھی کہ ورع وتقوی اور زہد وصلاح میں کمال کے باوجود علم وتحقیق کے شرائط وآداب کے التزام میں کبھی کمی نہیں آنے دی، ہر بات مدلل پیش کرتے تھے اور اخبار واحادیث میں صحت وتدقیق کا پورا پاس ولحاظ رکھتے تھے، خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بحث وتحقیق کی کن کن باریکیوں کی رعایت کی ہے جن کی تہ تک پہنچنا ہم نااہلوں کے بس کی بات نہیں، بعض دوسرے حضرات کے یہاں بھی ختم بخاری کی مجالس میں شرکت کا اتفاق ہوا ہے لیکن سخت مایوسی ہوئی، غیر مستند قصے، منکر وموضوع روایات اور خوابوں کا انبار، اصح الکتب کے درس میں ہماری علمی سطحیت کس طرح بے نقاب ہوتی ہے، اس سے سر شرم سے جھک جاتے ہیں۔

(۲) آپ تصوف میں بھی عظیم مقام پر فائز ہیں، صوفیاء کے طرق وسلاسل اور مناہج واوراد سے کامل واقفیت ہے اور دو عظیم شیوخ حضرت مولانا اسعد اللہ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہما اللہ سے اجازت وخلافت بھی حاصل ہے، لیکن عام مشائخ کے برعکس تصوف کی شطحات وخرافات سے کافی دور تھے بلکہ ان پر نکیر کرنا اپنا فریضہ سمجھتے تھے، آپ کے درس سے ہر ایک کو اندازہ ہوسکتا ہے کہ آپ کی نگاہ میں علم صحیح تصوف کے مقامات سے کس قدر اعلی وارفع ہے، حال ہی میں آپ کے مایہ ناز شاگرد فخر برطانیہ مفتی شبیر احمد صاحب نے ایک گفتگو کے دوران یہ قصہ سنایا کہ سہارنپور کے ایک سفر کے دوران کسی نے میرا تعارف کرایا کہ یہ فلاں شیخ کے خلیفہ ہیں، میں نے ان صاحب سے عرض کیا کہ آپ کو بات یاد رہی اور یہ بھول گئے کہ میں تیس سالوں سے حدیث شریف پڑھا رہا ہوں، سخت افسوس ہوا کہ علم کی قدر وقیمت دلوں سے نکل گئی، اس موقعہ پر استاد محترم حضرت مولانا سید سلمان الحسینی ندوی مدظلہ کی ایک بات یاد آ گئی، آپ کو بھی تصوف میں اپنے والد صاحب اور حضرت شاہ نفیس صاحب علیہ الرحمہ سے اجازت وخلافت حاصل ہے، ایک بار فرمایا کہ ایک عالم جو کسی مدرسہ میں طلب علم کے لئے پانچ چھ سال گزارتا ہے، اس سے بدرجہا بہتر ہے جسے کسی شیخ سے تصوف میں اجازت وخلافت حاصل ہوگئی ہو۔ (۳)

(۳) اس درس کے دوران ایک اہم بات یہ واضح ہوئی کہ آپ ''صحیح بخاری'' امام بخاری کی تصنیف کی حیثیت سے پڑھاتے تھے، آپ اس کی کوشش کرتے تھے کہ بخاری شریف کے ہر ترجمہ باب، حدیث اور بحث سے خود امام بخاری کا مقصود کیا ہے؟ اسے سمجھا جائے، حسن ترتیب اور متابعات وغیرہ میں امام بخاری نے کیا رعایتیں رکھی ہیں، اور جب امام بخاری کسی حدیث کی دوسری سند ذکر کرتے ہیں اس سے ان کا مقصد کیا ہوتا ہے، عام طور سے مدارس میں بخاری شریف کی خصوصیات نظر انداز کر کے سارا زور متن، ترجمہ، باب اور امام بخاری کے فقہی مسلک کی تردید پر صرف ہوتا ہے، نتیجہ یہ کہ طلبہ اس عظیم کتاب کی خصوصیات اور خوبیوں سے ناآشنا رہتے ہیں، اور انہیں اس معیار بحث وتحقیق کا بالکل اندازہ نہیں ہوتا جو امام بخاری کے عہد کا طرہ امتیاز ہے اور دنیا آج بھی اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

(۴) اس درس سے اندازہ ہوا اور آپ کی تقریرات بخاری سے بھی اس کی تائید ملی کہ بخاری فہمی میں آپ کسی کے مقلد نہیں بلکہ آپ کا محققانہ ذہن ہر موقع پر مناسب سوال پیدا کرتا ہے، پھر ممکنہ مراجع میں اس کا حل تلاش کرتے تھے، بسا اوقات عام مراجع سے آپ کی تشفی نہیں ہوتی، اور آپ تلاش وجستجو میں لگے رہتے تھے، یہاں تک کہ اللہ

تعالی کی مدد سے صحیح جواب کی طرف آپ کی رہنمائی ہوتی تھی، اور کبھی کبھی ایک اشکال کو حل کرنے میں کئی سال لگ جاتے تھے، اس درس میں بھی آپ نے ایک اشکال پیش کیا، اور عام شراح حدیث نے جو جوابات دیئے ہیں ان کا ذکر کرنے کے بعد آپ نے وضاحت کی کہ یہ جوابات تشفی بخش نہیں، پھر آپ نے تذکرہ کیا کہ گزشتہ سال اس کا ایک جواب آپ کے ذہن میں آیا، جس کا حاضرین کے سامنے آپ نے ذکر کیا۔

(۵) آپ کے درس کی ایک اہم خصوصیت یہ نظر آئی کہ آپ مسلک وفکر کے تعصب سے پاک تھے، دلیل کی پیروی کرتے ہیں، اور یہی ایک سچے محقق کی شناخت ہے۔

اس درس سے آکسفورڈ اس حال میں لوٹا کہ دل آپ کی محبت وعقیدت سے لبریز تھا، اور ایک چھپی خواہش دل میں کروٹیں لے رہی تھی کہ کاش آپ سے بخاری شریف پڑھی ہوتی اور کاش کہ آپ کے کچھ دروس میں شرکت کا اور آپ سے براہ راست استفادہ کا موقع میسر آجائے، الحمدللہ دو سال پہلے بخاری شریف کے ختم پر لندن آپ کی تشریف آوری ہوئی، آپ کی مجلس میں شرکت کی اور آپ کے قریب بیٹھنے اور براہ راست گفتگو کرنے اور استفادہ کا موقع ملا، آپ جیسے صاحب علم وفضل اور بلند پایہ محدث کے ساتھ قرب کے یہ لمحات اس عاجز کے لئے سرمایہ عزت وافتخار تھے، آپ کے سامنے ''الیانع الجنی'' کے کچھ صفحات پڑھے اور آپ سے حدیث کی اجازت عامہ حاصل کی، اس مجلس میں آپ کی گفتگو کا انداز حسب معمول عالمانہ ومحققانہ تھا، دوران گفتگو حافظ عبدالحئی الکتانی کی فہرس الفہارس کا تذکرہ آیا، اس عاجز نے جرأت سے کام لیتے ہوئے بعض باتوں کا اس طرح تذکرہ کیا کہ گویا آپ نے وہ کتاب دیکھی نہیں، لیکن فوراً احساس ہوگیا کہ آپ عبدالحئی الکتانی سے خوب واقف ہیں، اپنی جرأت پر بے انتہا شرمندگی اور ندامت ہوئی، اس دوران علامہ شبلی نعمانی کا تذکرہ آیا اور آپ نے علامہ کی تحقیقات اور انشاء پردازی کی دل کھول کر داد دی، شبلی کے متعلق عام طور سے علماء ومشائخ کے حلقوں او رمدارس میں تنگ نظری کی حد تک غلط فہمی پائی جاتی ہے، شبلی کا نام ان دیندار مجلسوں کے لئے اجنبی ہے، حیرت اور خوشی ہوئی کہ آپ جو کہ ہندوستان کی ایک عظیم درسگاہ کے شیخ الحدیث تھے علامہ شبلی کی قدردانی اور مقام شناسی میں شبلی کے کس مداح سے بھی کم نہیں، آپ کے بارے میں عدم تعصب کا جو تأثر تھا اس گفتگو سے اسے مزید تقویت ملی: ؎

رکھتے ہیں عاشقان حسن سخن
لکھنوی سے نہ دہلوی سے غرض

گذشتہ سال مشفق مکرم مفتی شبیر صاحب کے مکان پر آپ کے بعض افادات دیکھنے کا موقع ملا اور مفتی صاحب نے ''الیواقیت الغالیۃ'' کی پہلی جلد کا ایک نسخہ بھی ہدیہ کیا، یہ احادیث نبویہ کے متعلق آپ کی عالمانہ اور محققانہ تحریروں کا مجموعہ ہے، جسے آپ کے شاگرد جلیل عالم صالح شیخنا المجیز مولانا محمد ایوب سورتی مدظلہ العالی نے بڑے اہتمام سے شائع فرمایا ہے، بڑے ذوق وشوق سے پوری کتاب پڑھی، کتاب کی ہر سطر نئی معلوم ہوتی تھی، کتاب پڑھنے سے آپ کی علمی عظمت کا سکہ دل پر جم گیا، وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ اس عہد میں جب کہ علمی پستی کا ہر طرف رونا رویا جارہا ہے، کوئی ایسی کتاب تصنیف ہوسکتی ہے جو امام ابوالحجاج المزی، امام شمس الدین الذہبی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی یاد تازہ کردے، کتاب کی دوسری جلد بھی آگئی ہے، اس کے مضامین بھی پہلی جلد کی طرح محدثانہ تحقیقات کا نمونہ ہیں، عصر حاضر میں ایسی نادر علمی تحقیقات کسی اعجوبہ سے کم نہیں، آخری عہد کے جن علماء کی محدثانہ تحقیقات نے علمی حلقوں کو سب سے زیادہ متاثر کیا، وہ علامہ عبدالحئی فرنگی محلی، مولانا انور شاہ کشمیری، اور علامہ محمد زاہد الکوثری ہیں اور انصاف یہ ہے کہ محدثانہ اصول کی روشنی میں استاد محترم کے علمی جوابات بسا اوقات ان حضرات کی تحریروں سے فائق ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سمندروں کو کھنگال گئے ہیں، اس پر مزید یہ کہ انصاف واعتدال اور توازن کا دامن کہیں ہاتھ سے نہیں چھوٹتا، ان گراں قیمت

تحقیقات کے چند نمونے ہدیہ ناظرین ہیں:

سنن ترمذی کے باب مفتاح الصلاۃ الطہور کی سند میں سفیان سے سفیان ثوری مراد ہیں یا سفیان ابن عیینہ؟ اس سلسلہ میں مختلف شارحین کے اقوال کی مدلل تردید کرنے کے بعد پوری تفصیل سے واضح کیا کہ اس سند میں صرف سفیان ثوری مراد ہیں، ان تصریحات کے بعد ابن عیینہ ہونے کا احتمال ہباءً منثورا ہوگیا، اور حق صراحتا ثابت ہوگیا: "و لا ینکرہ من کان الحدیث النبوی فنہ"۔ (الیواقیت جلد ۱ صفحہ ۵۴)

آپ کے استاذ حضرت شیخ الحدیث نے استفساراً آپ کے پاس لکھا: "الابواب والتراجم" ٹائپ والی کے صفحہ ۳۲ پر "سترۃ الامام سترۃ لمن خلفہ" کے متعلق یہ لکھا ہے: "للا وسط بضعف" یہ عبارت میری تو نہیں ہو سکتی، کہیں سے نقل کی ہے، فتح الباری قسطلانی میں تلاش کرلی، کہیں یہ عبارت نہیں ملی، آپ کے ذہن میں ہو یا علم میں تو تحریر فرمادیں، آپ نے جواب دیا "بظاہر یہ عبارت جمع الفوائد کی ہے، اس کے بعد کتب خانہ سے جمع الفوائد منگوا کر دیکھی تو خیال ٹھیک تھا "ولفظہ (ص ۸٦) انس رفعہ : سترۃ الامام سترۃ من خلفہ، للاوسط بضعف"۔ (الیواقیت جلد ۱/ ۲۴٦)

صلاۃ الاوابین کی محدثانہ وعالمانہ تحقیق کے آخر میں فرماتے ہیں: ہمارے فقہاء نے عامۃً اوابین کے مصداق میں "رکعات ستہ بعد المغرب" ہی کا ذکر فرمایا ہے، مگر روایات کے پیش نظر صلاۃ الضحیٰ کا اوابین ہونا راجح معلوم ہوتا ہے، مگر یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ساری ہی نمازیں صلاۃ الاوبین کا مصداق ہوں۔ (الیواقیت جلد ۲ صفحہ ۱۷)

ایک سوال کہ جن صحابی سے ملاقات سے کیا کوئی تابعی شمار ہو سکتا ہے، کے جواب میں دلائل ذکر کرنے کے بعد اور یہ واضح کرنے کے بعد کہ جنات بکثرت دروغ گوئی کرتے ہیں اور ہمارے پاس ان کے صدق وکذب کا کوئی قطعی قرینہ نہیں، فرماتے ہیں "لیکن قرن صحابہ گزر جانے کے بعد کسی جن صحابی کے دیکھنے سے بر تقدیر صحت میری ناقص رائے میں تابعیت کا شرف حاصل نہ ہوگا"۔ (الیواقیت جلد ۲ صفحہ ۱۵۴)

تہذیب التہذیب سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ زہری کا عروہ بن زبیر سے سماع نہیں- کے جواب میں سیر حاصل محدثانہ گفتگو سے ثابت کیا کہ زہری عروہ بن زبیر کے مخصوص شاگردوں میں سے ہیں، مزید یہ ہے کہ تہذیب التہذیب میں سقوط واقع ہوا ہے، اصل عبارت کی تقریباً نصف سطر چھوٹ گئی اور "لکن لایثبت لہ السماع من عروۃ" سے یہ سمجھ میں آنے لگا کہ زہری کے عروہ سے سننے کا حافظ انکار کرتے ہیں، حالانکہ اصل ماخذ جہاں سے حافظ نے یہ کلام لیا ہے، یعنی "کتاب المراسیل لابن ابی حاتم" اس کے الفاظ یوں ہیں: "الزھری لم یسمع من ابان شیئا لا انہ لم یدرکہ، قد ادرکہ وادرک من ھو اکبر منہ ، لکن لایثبت لہ السماع منہ ، کما ان حبیب بن ابی ثابت لایثبت لہ السماع من عروۃ بن الزبیر ، وان کان قد سمع ممن ھو اکبر منہ"۔ (الیواقیت جلد ۲ صفحہ ۲۷۳)

الیواقیت کی دوسری جلد میں حافظ ابن حجر کے بعض مسامحات جو فتح الباری وغیرہ میں ہیں ان کا بڑے مدللانہ انداز سے تذکرہ کیا ہے۔

اب چند سطریں آپ کی تقریرات بخاری کے متعلق عرض ہیں، اردو میں بخاری شریف اور دیگر کتب حدیث پر متعدد شرح وتقاریر شائع ہوچکی ہیں، جن کو دیکھ کر سخت مایوسی ہوتی ہے، نہ کوئی تحقیق اور نہ کسی مسئلہ پر عالمانہ ومحدثانہ کلام، صرف کہنہ وبوسیدہ مباحث کی تکرار اور ناقابل معافی غلطیوں کی بھرمار، حیرت ہوتی ہے کہ ان چیزوں کی اشاعت سے کون سی خدمت مقصود ہے؟ "جاء شاعر إلی بشار بن برد، فانشدہ شعراً ضعیفاً ، وقال لہ کیف تراہ؟ فقال لہ: احسنت إذا أخرجتہ من صدرك لو تركتہ لأورثك الفالج"۔

اس میں شک نہیں کہ بخاری شریف کی شرح کا جو قرض اس امت پر صدیوں سے چلا آرہا تھا، اس قرض کی ادائیگی کی سنجیدہ علمی کوشش حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے کی ، حافظ بن حجر کی حدیث کے مختلف مجموعوں اور خاص طور سے اجزائے حدیث پر جو نظر تھی اس کی نظیر بہت کم ہے، بخاری شریف کی شرح میں ان سے خصوصی فائدہ اٹھایا، بخاری

شریف کی اسانید ومتون پر اعتراضات کا علمی جواب دیا اور امام بخاری کی منشا کو واضح کرنے میں پوری جدوجہد صرف کی اور ایک ایسی شرح تصنیف کی کہ آج تک اصول ستہ میں سے کسی کتاب کی ایسی شرح وجود میں نہیں آئی اور فتح الباری کے لئے یہ حدیث ضرب المثل بن گئی ''لا ہجرۃ بعد الفتح''، یعنی فتح الباری کی تصنیف کے بعد سفر کی ضرورت نہیں رہی، اور یہ صحیح ہے کہ اس کے بعد اب تک بخاری شریف کی کوئی دوسری شرح اس پایہ کی نہیں آئی، عام طور سے بخاری شریف کے پڑھانے کیلئے فتح الباری ہی بنیادی مرجع رہی ہے، بلکہ بخاری شریف کو روایت ودرایت کے اصولوں کو مدنظر رکھ کر پڑھانے کا رواج کم رہا، زیادہ تر سماع، یا سماع کے ساتھ مختصر تشریح پر اکتفا کیا جاتا رہا ہے۔

علم حدیث کے متعلق برصغیر میں جن حضرات کے خصوصی کارنامے ہیں، ان میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سرفہرست ہیں، آپ نے علم حدیث کو ہندوستان میں عام کیا اور حدیث کے معانی واسرار ونکات کے بیان میں آپ نے حجۃ اللہ البالغہ جیسی بے نظیر اور گراں مایہ کتاب تصنیف کی، اس کے بعد آپ کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز دہلوی نے حدیث کے حلقہ درس کو مزید وسیع کیا، آپ کے جانشین شاہ محمد اسحٰق دہلوی نے کتب حدیث کی تدریس میں فقیہانہ ومحدثانہ خصوصیات کی جامعیت کا حق ادا کیا، آپ کے سب سے زیادہ نمایاں شاگرد شاہ عبدالغنی محدث دہلوی تھے، آپ کا فیض عرب وعجم میں عام ہوا، سنت سے محبت اور بدعات سے نفرت میں آپ مجددی خاندان کے صحیح وارث تھے اور یہ ذوق آپ سے ہندوستان کے دو عظیم اماموں مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ علیہما میں منتقل ہوا، سچ یہ ہے کہ صحاح ستہ کی تعلیم کو پورے ہندوستان میں رواج دینے کا سہرا حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے سر ہے، آپ کی ذات عابد وذاکر اور زاہد مرتاض ہونے کے علاوہ فقہ وحدیث کے میدان میں یکتا ولاثانی تھی، آپ کو سنت سے جو محبت اور بدعات سے جو نفرت تھی اس کی نظیر صدیوں میں نہیں ملے گی، اس امت میں مجددین کی فہرست کافی طویل ہے، لیکن ان میں حضرت سعید بن مسیب، سفیان ثوری، عبدالرحمٰن بن مہدی، احمد بن حنبل اور ابن تیمیہ خاص شان کے مالک ہیں، مولانا رشید احمد گنگوہی پر اصلاح وتجدید کی اس جماعت کا رنگ غالب ہے، اس حیثیت سے ہندوستان کی تاریخ اصلاح وتجدید میں مولانا گنگوہی کا کوئی ہمسر نہیں۔

آپ کے بعد حدیث کی محققانہ خدمت مولانا انور شاہ کشمیری کے حصہ میں آئی، اور فرنگی محل کے علماء میں حضرت مولانا عبدالحیٔ نے مختصر عمر میں حدیث وفقہ کی جو گرانقدر خدمات انجام دی ہیں، اشخاص تو اشخاص عام ادارے بھی ان کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہیں۔

مذکورہ بالا حضرات کی علمی خدمات مسلم اور ان میں سے ہر ایک کی زندگی اور کارناموں پر متعدد جلدیں لکھی جاسکتی ہیں، لیکن شاید صحیح بخاری کے حوالہ سے ان حضرات کی تحقیقات کا وہ امتیازی مقام نہیں، بخاری شریف کو اس طرح پڑھانا کہ امام بخاری کے مقصد ومنشاء کی پوری ترجمانی ہو، بخاری کی سندوں کی خصوصیات اور متابعات کے فوائد، حدیث سے مسائل کے استنباط اور کتاب کے نکات ودقائق کی تہ تک پہنچنے اور ائمہ کے اختلاف ومذاہب اور ان کے دلائل وماخذ کو بیان کرنے کی غیر جانبدارانہ کوشش ہو، یہ چیز جس طرح استاد محترم کے حصہ میں آئی کسی کے یہاں اس جامعیت سے میسر نہیں، سنت کی محبت، بدعات سے نفرت اور تحقیق وعدم عصبیت میں آپ کو بے انتہا مشابہت ہے مولانا گنگوہی سے اور محدثانہ تحقیقات میں آپ مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی اور مولانا انور شاہ کشمیری سے قریب تر اور مجموعی طور پر خاص بخاری فہمی میں ان سب سے فائق۔(۴)

جیسا کہ پہلے آچکا ہے، حافظ ابن حجر کی حدیث کے مجموعوں خاص طور سے اجزائے حدیث پر جو نگاہ ہے اس میں ان کا کوئی ہمسر نہیں، لیکن حافظ ابن حجر کو بخاری شریف کی محققانہ تدریس کا وہ موقع نہیں ملا جو موقع استاد محترم کو ملا، آپ چالیس سال سے زیادہ عرصہ سے بخاری شریف کو پوری تحقیق اور روایت ودرایت کے اصول کی روشنی میں پڑھا رہے

ہیں، جن حضرات نے بنظر غائر فتح الباری کا مطالعہ کیا ہے وہ اتفاق کریں گے کہ ابن حجر بخاری شریف کے بعض مشکل مقامات سے سرسری طور پر گزر گئے ہیں، بعض جگہوں پر صرف نقول جمع کرنے پر اکتفا کیا ہے اور بعض جگہوں پر ان کے ذہن میں کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوا، استاذ محترم نہ کسی کے مقلد جامد ہیں اور نہ کسی مقام سے سرسری طور پر گزرنے کے عادی، ابن حجر کی قدر دانی کے باوجود ان کی غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں، جن مقامات سے ابن حجر اور دوسرے شراح حدیث سرسری طور پر گزر گئے ہیں یا جن کو نظرانداز کر دیا ہے انکی مکمل تحقیق کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر کے بعد بخاری شریف کے مقاصد کی تشریح میں اس پایہ کی کامیاب کوشش اتنی صدیاں گزر جانے کے بعد استاذ محترم کے حصہ میں آئی، اور یہ کہنے میں کوئی جھجک نہیں کہ ''لا ہجرۃ بعد الفتح'' کا مقولہ کل تک فتح الباری کے لئے بالکل سچ تھا، لیکن اب نہیں: ؎

اس کو اگلوں پہ کیوں نہ دیں ترجیح
اہل انصاف غور فرمائیں
ہم نے سب کا کلام دیکھا ہے
ہے ادب شرط منہ نہ کھلوائیں
یونس نکتہ داں سے کیا نسبت
خاک کو آسمان سے کیا نسبت

ضرورت ہے کہ حدیث سے اشتغال رکھنے والے علماء اور طلباء مظاہر علوم سہارنپور کا سفر کریں، اور جو حضرات اس سفر پر قادر نہیں وہ حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ کی تقریرات بخاری سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، خاص طور سے وہ اہل علم حضرات جن کا صحیح بخاری سے برسوں سے اشتغال ہے، ان کے لئے شیخ الحدیث کی یہ مبسوط تقریرات بہت مفید ثابت ہوں گی اور وہی ان کی قدر کر سکتے ہیں:

حیف پر جاں سخن کر بہ سخن داں نہ رسد

حاشیہ جات:

(۱) اس عاجز کو حضرت مولانا کی باقاعدہ شاگردی کا شرف تو نہیں، لیکن الحمدللہ مولانا سے استفادہ کا موقع ملا اور آپ نے اجازت بھی عطا کی، جس سے شاگردی کا ادنی درجہ حاصل ہو گیا، اسی وجہ سے اس مضمون میں آپ کیلئے استاذ محترم کا لفظ استعمال کیا گیا، امید ہے اہل علم اس جرأت کو معاف فرمائیں گے، مولانا اس وقت علم و تحقیق کی جس بلندی پر فائز ہیں، آپ کی طرف انتساب فخر و اعزاز کی بات ہے، اس مناسبت سے ایک قصہ یاد آ گیا کہ ایک مرتبہ حضرت بشر الحافی نے فرمایا: "حدثنا حماد بن زید، پھر کہا: استغفراللہ ان لذکر الاسناد فی القلب خیلاء۔ (سیر اعلام النبلاء جلد ۷/ صفحہ ۴۶۱)

(۲) الیواقیت جلد ۲/ صفحہ ۳۵۴م میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا ایک سوال درج ہے "ھل لما اشتھر فی خطب الجمعة من قوله الا إن الدنيا خلقت لكن وانكم خلقتم للآخرة اصل فی المرفوع او الموقوف ام لا؟" اس کے جواب میں آپ نے فرمایا: نعم! قال الغزالی فی الاحیاء فی بیان ذم الدنیا، وقال صلی اللہ علیہ وسلم فی بعض خطبه: المومن بین مخافتین ، بین اجل قدمضی لایدری مااللہ صانع به، وبین اجل قدبقی لایدری مااللہ قاض فیه، فلیتزود العبد من نفسه لنفسه ،ومن دنیاه لآخرته، ومن حیاته لموته، ومن شبابه لهرمه، فإن الدنیا خلقت لکم وانتم خلقم للآخرة، والذی نفسی بیده مابعدالموت من مستعتب،ولا بعدالدنیا من دار الا الجنة او النار، انتهی ۔

قال الحافظ العراقی فی تخریج الإحیاء (جلد ۳/ صفحه ۸٦) رواه البیهقی فی الشعب من روایة الحسن عن رجل من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم وفیه انقطاع، انتهی، وقال فی موضع آخر(جلد ٤/ صفحه ۹۱٥۱) اخرجه البیهقی فی الشعب من روایة الحسن عن رجل من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم وذکره ابن المبارك فی الزهد بلاغاً، وذکره صاحب الفردوس من حدیث جابر، ولم یخرجه ولده فی مسند الفردوس، انتهی۔

(۳) یہاں صحیح تصوف پر تنقید مقصود نہیں، ہندوستان میں جس تصوف کے مولانا گنگوہی اور مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہما امین وداعی تھے وہ تصوف علم وفقہ کا تابع اور ربانیت کا مرادف، تنقید اس تصوف پر ہے جو علم سے بے نیاز و بیزار ہے اور جس میں سنت کے مقابلہ میں مختلف قسم کی روایات اور تقالید کا زیادہ احترام ہے۔

(۴) آپ کی بخاری فہمی کا ایک اہم ثبوت یہ ہے کہ آپ کے اساتذہ اور کبار علماء آپ کی طرف رجوع کرتے تھے، ایک مثال پیش کی جاتی ہے: آپ کے استاذ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی نے آپ کے پاس سوال بھیجا کہ بخاری شریف صفحہ ۱۰۸۰/ ''باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' اور ''باب الاقتداء بافعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' میں عموم وخصوص مطلق کے علاوہ کوئی اچھا فرق کر سکو تو اچھا، تا کہ دونوں ابواب کی غرض واضح ہو جائے، اس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا: قال العبد الضعیف " الفرق بین البابین من اربعة اوجه" ذیل میں پہلی وجہ دی جاتی ہے، تفصیل اصل کتاب میں دیکھ لی جائے۔

الاول: ان الظاهر من الاحادیث المذکورة فی باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ان المراد بالسنة السنن التی سنها رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لامته تشریعاً علی اصنافها المتنوعة من فرض او واجب أو سنة أو غیر ذلك والمراد من باب الاقتداء بأفعال النبی صلی اللہ علیه وسلم الاقتداء بأفعاله التی لم تکن علی وجه التشریع، ولایکون هناك دلیل علی کونها مخصوصة بالنبی صلی اللہ علیه وسلم"۔ (الیواقیت جلد ۱/ صفحہ ۱٦۸)

❁❁❁❁